21دسمبر1962

ازعدالت عظمیٰ

شری درگا پرساد اور دیگر

بنام

دی بناراس بینک لمیٹڈ

(بی پی سنہا، سی جے، پی بی گجیندر گڈکر، کے این وانچو، کے سی داس گپتا اور جے سی شاہ، جسٹسز۔)

سپریم کورٹ، اپیلٹ دائرہ اختیار—ہائی کورٹ کے ذریعہ عطا کردہ سرٹیفکیٹ، اگر قابل ہو—فوری طور پر نیچے کی عدالت—کا مطلب۔ ہندوستان کے آئین، آرٹیکل 133(1)۔

مدعا علیہ بینک کے آفیشل لیکویڈیٹر نے بینک سے تعلق رکھنے والے دو مکانات فروخت کے لیے اشتہار دیا۔ یہ مکانات عدالت کی منظوری سے دوسرے اپیل کنندہ کو فروخت کر دیے گئے تھے۔ اس کے بعد دوسرے اپیل کنندہ نے مکانات کو پہلے اپیل کنندہ کے پاس منتقل کر دیا جس میں دستاویز میں کہا گیا تھا کہ مؤخر الذکر اصل مالک ہے اور سرکاری لیکویڈیٹر سے فروخت کا دستاویز اس کے لیے بے نامی حاصل کیا گیا تھا۔ سرکاری لیکویڈیٹر نے فروخت کو کالعدم قرار دینے اور گھروں کو بینک کو دوبارہ منتقل کرنے کے حکم کے لیے الہ آباد میں ہائی کورٹ کا رخ کیا۔ ہائی کورٹ کے ایک واحد جج نے فیصلہ دیا کہ پہلا اپیل کنندہ مادی وقت پر معائنہ کمیٹی کا رکن ہے اور اس نے اس سود کو دبا کر بینک کی جائیداد خریدنے سے روک دیا ہے اور پہلے اپیل کنندہ کو گھروں کو بینک کے آفیشل لیکویڈیٹر تک پہنچانے کی ہدایت کی۔ لیٹرز پیٹنٹ کی شق 10 کے تحت اپیل میں ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ نے اس حکم کی تصدیق کی۔ اس کے بعد ہائی کورٹ نے اس عدالت میں اپیل کے لیے آئین کے آرٹیکل 133 (1)(اے) کے تحت کیس کی تصدیق کی۔ سرکاری لیکویڈیٹر کی جانب سے اپیل کی سماعت پر زور دیا گیا کہ اپیل نا اہل ہے، کیونکہ ہائی کورٹ کے پاس آئین کے آرٹیکل 133(1)(اے) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، اس بات کی تصدیق کیے بغیر کہ اپیل میں قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل ہے۔

قرار دیا گیا کہ آئین کے آرٹیکل 133(1) کے تحت فوری طور پر نیچے کی عدالت کے اظہار کا وہی مطلب نہیں ہے جو ہائی کورٹ کے ماتحت عدالت ہے اور جیسا کہ واحد جج کے فیصلے کی اپیل میں تصدیق کی گئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل کو آرٹیکل 133(1)(اے) کے تحت سرٹیفکیٹ کے ساتھ تب تک قبول نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کی تصدیق نہ ہو کہ اس میں قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل ہے۔

دیوکی نندن بنام ریاست یو۔پی،اے۔آئی۔آر۔ 1959 آل۔10،الٹا۔

ٹولسے پرسود بھکت بمقابلہ بینائیک مسیر (1896) ایل آر 23 آئی اے 102، پروبھاوتی کنور بمقابلہ پنمل لودھا، (1941) 45 کیل۔ڈبلیو۔این۔1002، حوالہ دیا گیا۔

لال پرساد جیسوال بمقابلہ دی کرنال ڈسٹلری کمپنی۔[1964] جلد۔ 1 ایس۔سی۔آر۔270، پر انحصار کیا۔

دیوانی اپیل کا عدالتی حداختیار: سول اپیل نمبر 569 آف 1960۔

1956 کی خصوصی اپیل نمبر 214 میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 9 ستمبر 1958 کے فیصلے اور فرمان سے اپیل۔

اپیل گزاروں کے لیے رنگا ندھم چیٹی، اے وی رنگم، اے ویداولی اور ایم آئی کھوجا۔

جواب دہندہ کی طرف سے جی ایس پاٹھک اور جی سی ماتھر۔

.1962 21 دسمبر۔عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

شاہ،—جے۔بنارس بینک لمیٹڈ—جسے اس کے بعد بینک کہا جاتا ہے، کو الہ آباد ہائی کورٹ کے حکم سے بند کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔آفیشل لیکویڈیٹر کے ساتھ کام کرنے کے لیے انڈین کمپنیز ایکٹ 1913 کی دفعہ 178–اے کے تحت معائنہ کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی، اور کمیٹی کے ارکان میں سے ایک درگا پرساد اس اپیل میں پہلی اپیل کنندہ تھے۔آفیشل لیکویڈیٹر نے دو مکانات فروخت کرنے کا اشتہار دیا جو بینک کے اثاثوں کا حصہ تھے۔دوسرے اپیل کنندہ روشن لال نے دونوں مکانات 18,000 روپے میں خریدنے کی پیشکش کی۔اس پیشکش کو سرکاری لیکویڈیٹر نے قبول کر لیا اور عدالت کی منظوری کے ساتھ 2 اگست 1941 کو دونوں مکانات روشن لال کو فروخت کر دیے گئے۔اس کے بعد روشن لال نے گھروں کو درگا پرساد کے پاس منتقل کر دیا اور اس دستاویز میں لکھا کہ درگا پرساد ہی گھروں کا "اصل مالک" ہے اور سرکاری لیکویڈیٹر سے فروخت کا دستاویز اس نے درگا پرساد کے لیے "بے نامی" حاصل کیا تھا۔اس ترسیل کے بارے میں جاننے پر، سرکاری لیکویڈیٹر نے الہ آباد کی ہائی کورٹ سے اس حکم کے لیے رجوع کیا کہ فروخت کو کالعدم قرار دیا جائے اور درگا پرساد سے کہا جائے کہ وہ دونوں مکانات کو حوالے کر دیں اور اسے دوبارہ بینک میں منتقل کر دیں۔ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ بیچ نامہ درگا پرساد نے حاصل کیا تھا جو اصل خریدار تھا، کہ اس نے خریداری میں اپنی دلچسپی کو دبا دیا تھا، اور یہ کہ معائنہ کے لیے کمیٹی کا رکن ہونے کے ناطے، بینک کے ٹرسٹی

کے عہدے پر قابض تھا اور اس وجہ سے بینک کی جائیداد خریدنے سے روک دیا گیا تھا۔ ہائی کورٹ نے اس کے مطابق درگا پرساد کو ہدایت دی کہ وہ بینک کے آفیشل لیکویڈیٹر کے پاس گھروں کو منتقل کریں۔ اس حکم کی تصدیق شق 10 کے تحت اپیل میں کی گئی ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کے ذریعے لیٹرز پیٹنٹ کا۔ تاہم ہائی کورٹ نے اس عدالت میں اپیل کے لیے آئین کے آرٹیکل 33(1) کے تحت کیس کی تصدیق کی۔ ہائی کورٹ نے مشاہدہ کیا:

"یہ متنازعہ نہیں ہے کہ اس عدالت کے فیصلے میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر 20,000 روپے سے کم قیمت کی جائیداد کے حوالے سے دعوی شامل ہے اور شری دیوکی نندن بنام ریاست اتر پردیش (1) [A.I.R.1959.ALL.10] میں اس عدالت کے فیصلے کے پیش نظر، درخواست دہندگان آئین کے آرٹیکل 133(1) کے تحت سرٹیفکیٹ کے حق کے حقدار ہیں بغیر کسی اضافی سرٹیفکیٹ کے کہ کیس قانون کے ایک ٹھوس سوال کو جنم دیتا ہے۔ مطلوبہ سرٹیفکیٹ اسی کے مطابق جاری کیا جائے گا۔"

اس عدالت کے سامنے سماعت میں سرکاری لیکویڈیٹر کے وکیل نے پیش کیا کہ اپیل نااہل ہے، کیونکہ ہائی کورٹ کو آئین کے آرٹیکل 133(1)(اے) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، اس بات کی تصدیق کیے بغیر کہ اپیل میں قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل ہے۔ ہمارے خیال میں یہ تنازعہ کامیاب ہونا چاہیے۔

دیوکی نندن بمقابلہ ریاست اتر پردیش (1) میں الہ آباد ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا۔

" آئین کے آرٹیکل 133 کی شق (1) کے معنی میں فوری طور پر نیچے کی عدالت کے الفاظ کو ہائی کورٹ کے علاوہ کوئی اور عدالت ہونا چاہیے۔ ہائی کورٹ کا واحد جج ہائی کورٹ کے ماتحت عدالت نہیں ہے۔

ہائی کورٹ کے اپیلٹ بینچ کے حکم کے خلاف اپیل جس میں عدالت کے واحد جج کے حکم کی اپیل کو اس کی اصل طرف سے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت درخواست کو مسترد کرنے کے حکم کو مسترد کیا گیا ہے، آئین کے آرٹیکل 133(1) کے تحت حق کا معاملہ ہے، اگر دعوی 20,000 روپے سے زیادہ کی جائیداد کے حوالے سے ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ کیس قانون کے ٹھوس سوال کو جنم دے۔

لیکن آرٹیکل 133(1) میں فوری طور پر نیچے کی عدالت کے اظہار کا وہی مطلب نہیں ہے جو ہائی کورٹ کے ماتحت عدالت کے اظہار سے ہے۔ ٹولسی میں پرسود بھکت بنام بینائیک مسیر (1) (1896) [L.R.28.I.A.102]۔ ایسا لگتا ہے کہ پریوی کونسل نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اصل کارروائی کی سماعت کرنے والا ہائی کورٹ کا واحد جج ہائی کورٹ کے فوراً نیچے ایک عدالت تھی جو اپنے فیصلے سے لیٹرز پیٹنٹ کے تحت اپیل کی سماعت کر رہی تھی اور اس لیے کوڈ آف سول پروسیجر

ایکٹ XIV 1882 کی دفعہ 596 کے تحت اپیل (جس کی شرائط آرٹیکل 133 (1) کی شرائط سے ملتی جلتی تھیں کو پریوی کونسل میں اپیل کے لیے صرف اس صورت میں تصدیق شدہ کیا جاسکتا ہے جب قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل ہو۔ عدالتی کمیٹی نے مشاہدہ کیا :

" معزز ججوں کا خیال ہے کہ ہائی کورٹ کے فیصلے پر دستاویزات کی تعمیر یا کسی اور نکتے کے بارے میں قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ہے، اور یہ کہ ان کے سامنے پیش کردہ زبانی اور دستاویزی شواہد پر نیچے دی گئی دونوں عدالتوں کے بیک وقت نتائج موجود ہیں۔ اس لیے موجودہ اپیل پر غور نہیں کیا جاسکتا۔"

پروبھاوتی کنور بنام چنمل لودھا (2) (1941) [45-کلکتہ- W.N.1002]-کلکتہ کی ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ پریوی کونسل میں اپیل کی تصدیق نہیں کی جاسکتی اگر ہائی کورٹ اصل کارروائی کی کوشش کرنے والے واحد جج کے فیصلے کی تصدیق کرتی ہے، جب تک کہ اس میں قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل نہ ہو۔ ایک حالیہ معاملے میں لاڈلی پرساد جیسوال بمقابلہ دی کرنال ڈسٹلری کمپنی لمیٹڈ (3) [S.C.R.270-Vol.1]، اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ کوڈ آف سول پروسیجر، 1908 کی دفعہ 100 کے تحت دوسری اپیل کی سماعت کرنے والا واحد جج آرٹیکل 133 (1) کے مقاصد کے لیے ہے جو لیٹرز پیٹنٹ کے تحت اپنے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کرنے والے ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کے فوراً نیچے ہے۔ اس معاملے میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ آرٹیکل 133 (1) (اے) میں استعمال ہونے والا 'فوری طور پر نیچے کی عدالت کا مطلب ہائی کورٹ کے ماتحت عدالت نہیں ہے۔" ہائی کورٹ کے ماتحت عدالت ہائی کورٹ کی نگرانی کے تابع عدالت ہوتی ہے، جبکہ اس سے فوراً نیچے کی عدالت وہ عدالت ہوتی ہے جس کے فیصلے سے اپیل دائر کی گئی ہو۔ اس معاملے میں مدعا علیہان کی طرف سے پیش اٹارنی جنرل نے تسلیم کیا کہ اصل دائرہ اختیار کی عدالت کے طور پر کسی مقدمے یا کارروائی کی سماعت کرنے والا ہائی کورٹ کا واحد جج اپنے فیصلے کی اپیل کی سماعت کرنے والی ہائی کورٹ کے فوراً نیچے کی عدالت ہوتی ہے اور اس عدالت کے فیصلے میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ رعایت مناسب طریقے سے دی گئی تھی۔

ہمارے سامنے اپیل میں، ہائی کورٹ کا فیصلہ سنگل جج کے فیصلے کی تصدیق کرتا ہے اور ہائی کورٹ نے اس بات کی تصدیق نہیں کی ہے کہ جس فیصلے سے اپیل کی گئی ہے اس میں قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل ہے۔ اس کے مطابق اپیل پر غور نہیں کیا جاسکتا۔ اپیل کنندہ کے وکیل نے درخواست کی کہ کسی بھی صورت میں آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت دی جائے۔ لیکن تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا خیال ہے کہ یہ اپیل کی اجازت دینے کے لیے موزوں کیس نہیں ہے۔

اس لیے اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔ اخراجات کے حوالے سے کوئی آرڈر نہیں ہوگا۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.05.09 16:23
I am the author of this document